أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ۝٥
جو بے پروائی کرتا ہے۔[۱] (۵)

فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ۝٦
اس کی طرف تو تو پوری توجہ کرتا ہے۔[۲] (۶)

وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ۝٧
حالانکہ اس کے نہ سنورنے سے تجھ پر کوئی الزام نہیں۔[۳] (۷)

وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ۝٨
اور جو شخص تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے۔[۴] (۸)

وَهُوَ يَخْشَىٰ ۝٩
اور وہ ڈر (بھی) رہا ہے۔[۵] (۹)

فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ۝١٠
تو اس سے تو بے رخی برتتا ہے۔[۶] (۱۰)

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝١١
یہ ٹھیک نہیں[۷] قرآن تو نصیحت (کی چیز) ہے۔ (۱۱)

فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۝١٢
جو چاہے اس سے نصیحت لے۔[۸] (۱۲)

فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣
(یہ تو) پر عظمت صحیفوں میں (ہے)۔[۹] (۱۳)

---

(۱) ایمان سے اور اس علم سے جو تیرے پاس اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ یا دوسرا ترجمہ ہے جو صاحب ثروت وغنا ہے۔

(۲) اس میں آپ ﷺ کو مزید توجہ دلائی گئی ہے کہ مخلصین کو چھوڑ کر معرضین کی طرف توجہ مبذول رکھنا صحیح بات نہیں ہے۔

(۳) کیوں کہ تیرا کام تو صرف تبلیغ ہے۔ اس لیے اس قسم کے کفار کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) اس بات کا طالب بن کر کہ تو خیر کی طرف اس کی رہنمائی کرے اور اسے وعظ و نصیحت سے نوازے۔

(۵) یعنی اللہ کا خوف بھی اس کے دل میں ہے' جس کی وجہ سے یہ امید ہے کہ تیری باتیں اس کے لیے مفید ہوں گی اور وہ ان کو اپنائے گا اور ان پر عمل کرے گا۔

(۶) یعنی ایسے لوگوں کی تو قدر افزائی کی ضرورت ہے نہ کہ ان سے بے رخی برتنے کی۔ ان آیات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دعوت و تبلیغ میں کسی کو خاص نہیں کرنا چاہیے بلکہ اصحاب حیثیت اور بے حیثیت' امیر اور غریب' آقا و غلام' مرد اور عورت' چھوٹے اور بڑے سب کو یکساں حیثیت دی جائے اور سب کو مشترکہ خطاب کیا جائے' اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنی حکمت بالغہ کے تحت' ہدایت سے نواز دے گا۔ (ابن کثیر)

(۷) یعنی غریب سے یہ اعراض اور اصحاب حیثیت کی طرف خصوصی توجہ' یہ ٹھیک نہیں۔ مطلب ہے کہ' آئندہ اس کا اعادہ نہ ہو۔

(۸) یعنی جو اس میں رغبت کرے' وہ اس سے نصیحت حاصل کرے' اسے یاد کرے اور اس کے موجبات پر عمل کرے۔ اور جو اس سے اعراض کرے اور بے رخی برتے' جیسے اشراف قریش نے کیا' تو ان کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۹) یعنی لوح محفوظ میں' کیوں کہ وہیں سے یہ قرآن اترتا ہے۔ یا مطلب ہے کہ یہ صحیفے اللہ کے ہاں بڑے محترم ہیں کیوں کہ وہ علم و حکمت سے پر ہیں۔

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾
كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾
قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾
مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾
ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾

جو بلند و بالا اور پاک صاف ہیں۔[1] (۱۴)
ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے۔[2] (۱۵)
جو بزرگ اور پاکباز ہیں۔[3] (۱۶)
اللہ کی مار انسان پر کیسا ناشکرا ہے۔[4] (۱۷)
اسے اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا۔(۱۸)
(اسے) ایک نطفہ سے،[5] پھر اندازہ پر رکھا اس کو۔[6] (۱۹)
پھر اس کے لیے راستہ آسان کیا۔[7] (۲۰)
پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کیا۔[8] (۲۱)

---

(۱) مَرْفُوعَةٍ اللہ کے ہاں رفیع القدر ہیں' یا شبہات اور تناقض سے بلند ہیں۔ مُطَهَّرَةٍ ' وہ بالکل پاک ہیں کیوں کہ انہیں پاک لوگوں (فرشتوں) کے سوا کوئی چھوتا ہی نہیں ہے۔ یا کمی بیشی سے پاک ہے۔

(۲) سَفَرَةٍ ' سَافِرٌ کی جمع ہے' یہ سفارت سے ہے۔ مراد یہاں وہ فرشتے ہیں جو اللہ کی وحی اس کے رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول کے درمیان سفارت کا کام کرتے ہیں۔ یہ قرآن ایسے سفیروں کے ہاتھوں میں ہے جو اسے لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں۔

(۳) یعنی خلق کے اعتبار سے وہ کریم یعنی شریف اور بزرگ ہیں اور افعال کے اعتبار سے وہ نیکوکار اور پاکباز ہیں۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حامل قرآن (حافظ اور عالم) کو بھی اخلاق و کردار اور افعال و اطوار میں کِرَامٍ بَرَرَةٍ کا مصداق ہونا چاہیئے۔ (ابن کثیر) حدیث میں بھی سَفَرَةٍ کا لفظ فرشتوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا ماہر ہے' وہ السَّفَرَةُ الْكِرَامُ الْبَرَرَةُ (فرشتوں) کے ساتھ ہو گا اور جو قرآن پڑھتا ہے' لیکن مشقت کے ساتھ۔ (یعنی ماہرین کی طرح سہولت اور روانی سے نہیں پڑھتا) اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔

(صحیح بخاری' تفسیر سورۃ عبس مسلم' کتاب الصلوٰۃ' باب فضل الماھر بالقرآن......)

(۴) اس سے وہ انسان مراد ہے جو بغیر کسی سند اور دلیل کے قیامت کی تکذیب کرتا ہے' قُتِلَ بمعنی لُعِنَ اور مَآ اَكْفَرَهٗ! فعل تعجب ہے' کس قدر ناشکرا ہے۔ آگے اس انسان کفور کو غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ شاید وہ اپنے کفر سے باز آجائے۔

(۵) یعنی جس کی پیدائش ایسے حقیر قطرۂ آب سے ہوئی ہے' کیا اسے تکبر زیب دیتا ہے؟

(۶) اس کا مطلب ہے کہ اسکے مصالح نفس اسے مہیا کیے' اسکو دو ہاتھ دو پیر اور دو آنکھیں اور دیگر آلات و خواص عطا کیے۔

(۷) یعنی خیر اور شر کے راستے اس کے لیے واضح کر دیئے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ ہے۔ لیکن پہلا مفہوم زیادہ صحیح ہے۔

(۸) یعنی موت کے بعد' اسے قبر میں دفنانے کا حکم دیا تاکہ اس کا احترام برقرار رہے ورنہ درندے اور پرندے اس کی

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾	پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر دے گا۔(۲۲)
كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾	ہرگز نہیں،[1] اس نے اب تک اللہ کے حکم کی بجاآوری نہیں کی۔(۲۳)
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾	انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کو دیکھے۔[2] (۲۴)
اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾	کہ ہم نے خوب پانی برسایا۔(۲۵)
ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾	پھر پھاڑا زمین کو اچھی طرح۔(۲۶)
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾	پھر اس میں سے اناج اگائے۔(۲۷)
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾	اور انگور اور ترکاری۔(۲۸)
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾	اور زیتون اور کھجور۔(۲۹)
وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾	اور گنجان باغات۔(۳۰)
وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾	اور میوہ اور (گھاس) چارہ (بھی اگایا)[3] (۳۱)
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾	تمہارے استعمال و فائدہ کے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے۔(۳۲)
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾	پس جب کہ کان بہرے کر دینے والی (قیامت) آجائے گی۔[4] (۳۳)
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾	اس دن آدمی اپنے بھائی سے۔(۳۴)
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔(۳۵)
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾	اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔(۳۶)
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾	ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامن گیر) ہوگی جو اس کے لیے کافی ہوگی۔[5] (۳۷)

لاش کو نوچ نوچ کر کھاتے جس سے اس کی بے حرمتی ہوتی۔

(۱) یعنی معاملہ اس طرح نہیں ہے، جس طرح یہ کافر کہتا ہے۔

(۲) کہ اسے اللہ نے کس طرح پیدا کیا، جو اس کی زندگی کا سبب ہے اور کس طرح اس کے لیے اسباب معاش مہیا کئے تاکہ وہ ان کے ذریعے سعادت اخروی حاصل کر سکے۔

(۳) اَبًّا، وہ گھاس چارہ جو خود رو ہو اور جسے جانور کھاتے ہیں۔

(۴) قیامت کو صَاخَّةٌ (بہرا کر دینے والی) اس لیے کہا کہ وہ ایک نہایت سخت چیخ کے ساتھ واقع ہوگی جو کانوں کو بہرا کر دے گی۔

(۵) یا اپنے اقربا اور احباب سے بے نیاز اور بے پروا کر دے گا۔ حدیث میں آتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب لوگ میدان

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾
أُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے-(۳۸)
(جو) ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش ہوں گے-[1] (۳۹)
اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے-(۴۰)
جن پر سیاہی چڑھی ہوئی ہو گی-[2] (۴۱)
وہ یہی کافر بدکردار لوگ ہوں گے-[3] (۴۲)

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ

سورۂ تکویر مکی ہے اور اس میں انتیس آیتیں ہیں-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے-

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا-[4] (۱)

محشر میں ننگے بدن، ننگے پیر، پیدل اور غیر مختون ہوں گے- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، اس طرح شرم گاہوں پر نظر نہیں پڑے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہی آیت تلاوت فرمائی- یعنی ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ﴾ (الترمذی، تفسیر سورۃ عبس، النسائی، کتاب الجنائز، باب البعث) اس کی وجہ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ انسان اپنے گھر والوں سے اس لیے بھاگے گا تاکہ وہ اس کی وہ تکلیف اور شدت نہ دیکھیں جس میں وہ مبتلا ہو گا- بعض کہتے ہیں، اس لیے کہ انہیں علم ہو گا کہ وہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور ان کے کچھ کام نہیں آ سکتے- (فتح القدیر)

(۱) یہ اہل ایمان کے چہرے ہوں گے، جنہیں ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے جس سے انہیں اپنی اخروی سعادت و کامیابی کا یقین ہو جائے گا، جس سے ان کے چہرے خوشی سے تمتما رہے ہوں گے-

(۲) یعنی ذلت اور معائنۂ عذاب سے ان کے چہرے غبار آلود، کدورت زدہ اور سیاہ ہوں گے، جیسے محزون اور نہایت غمگین آدمی کا چہرہ ہوتا ہے-

(۳) یعنی اللہ کا، رسولوں کا اور قیامت کا انکار کرنے والے بھی تھے اور بدکردار و بد اطوار بھی- اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ.

☆ اس سورت میں بطور خاص قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے- اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ قیامت کو اس طرح دیکھے، جیسے آنکھ سے دیکھنا ہوتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ﴿ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ﴾ (غور اور توجہ سے) پڑھے- (الترمذی، تفسیر سورۃ التکویر، مسند أحمد ۲/ ۲۷، ۳۶، ۱۰۰- ذکرہ الألبانی فی الصحیحۃ، نمبر ۱۰۸۱، ج ۳)

(۴) یعنی جس طرح سر پر عمامہ لپیٹا جاتا ہے، اس طرح سورج کے وجود کو لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا- جس سے اس کی

وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ﴿٢﴾	اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔[1] (۲)
وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾	اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔[2] (۳)
وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾	اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں۔[3] (۴)
وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿٥﴾	اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔[4] (۵)
وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾	اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔[5] (۶)
وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿٧﴾	اور جب جانیں (جسموں سے) ملا دی جائیں گی۔[6] (۷)
وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾	اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا۔(۸)
بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾	کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟[7] (۹)
وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾	اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے۔[8] (۱۰)

روشنی ازخود ختم ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے الشمس والقمر مکوران یوم القیامۃ (صحیح بخاری، بدء الخلق، باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان) "قیامت والے دن چاند اور سورج لپیٹ دیئے جائیں گے"۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لپیٹ کر ان دونوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا تاکہ مشرکین مزید ذلیل و خوار ہوں جو ان کی عبادت کرتے تھے۔ (فتح الباری، باب مذکور)

(۱) دوسرا ترجمہ ہے جھڑ کر گر جائیں گے یعنی آسمان پر ان کا وجود ہی نہیں رہے گا۔

(۲) یعنی انہیں زمین سے اکھیڑ کر ہواؤں میں چلا دیا جائے گا اور وہ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑیں گے۔

(۳) عِشَارٌ، عُشَرَاءُ کی جمع ہے، حمل والیاں یعنی گابھن اونٹنیاں، گابھن اونٹنیاں، جب ان کا حمل دس مہینوں کا ہو جاتا تو عربوں میں یہ بہت نفیس اور قیمتی سمجھی جاتی تھیں۔ جب قیامت برپا ہو گی تو ایسا ہولناک منظر ہو گا کہ اگر کسی کے پاس اس قسم کی قیمتی اونٹنی بھی ہوں گی تو وہ ان کی بھی پروا نہیں کرے گا۔

(۴) یعنی انہیں بھی قیامت والے دن جمع کیا جائے گا۔

(۵) یعنی ان میں اللہ کے حکم سے آگ بھڑک اٹھے گی۔

(۶) اس کے کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ زیادہ قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کو اس کے ہم مذہب و ہم مشرب کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ مومن کو مومنوں کے ساتھ اور بد کو بدوں کے ساتھ، یہودی کو یہودیوں کے ساتھ اور عیسائی کو عیسائیوں کے ساتھ۔ وَعَلَىٰ هٰذَا الْقِيَاسِ.

(۷) اس طرح دراصل قاتل کو سرزنش کی جائے گی کیونکہ اصل مجرم تو وہی ہو گا نہ کہ موءدۃ، جس سے بظاہر سوال ہو گا۔

(۸) موت کے وقت یہ صحیفے لپیٹ دیئے جاتے ہیں، پھر قیامت والے دن حساب کے لیے کھول دیئے جائیں گے، جنہیں

وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾ اور جب آسمان کی کھال اتار لی جائے گی۔[1] (۱۱)
وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔(۱۲)
وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی۔(۱۳)
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾ تو اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا ہو گا۔[2] (۱۴)
فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے۔(۱۵)
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی۔[3] (۱۶)
وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿١٧﴾ اور رات کی جب جانے لگے۔[4] (۱۷)
وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ اور صبح کی جب چمکنے لگے۔[5] (۱۸)
إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ یقیناً یہ ایک بزرگ رسول کا کہا ہوا ہے۔[6] (۱۹)
ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ جو قوت والا ہے،[7] عرش والے (اللہ) کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔(۲۰)

ہر شخص دیکھ لے گا بلکہ ہاتھوں میں پکڑا دیئے جائیں گے۔

(۱) یعنی وہ اس طرح ادھیڑ دیئے جائیں گے جس طرح چھت ادھیڑ دی جاتی ہے۔

(۲) یہ جواب ہے یعنی جب مذکورہ امور ظہور پذیر ہوں گے، جن میں سے پہلے چھ امور کا تعلق دنیا سے ہے اور دوسرے چھ امور کا آخرت سے۔ اس وقت ہر ایک کے سامنے اس کی حقیقت آجائے گی۔

(۳) اس سے مراد ستارے ہیں خُنَّسٌ، خَنَسَ سے ہے جس کے معنی پیچھے ہٹنے کے ہیں۔ یہ ستارے دن کے وقت اپنے منظر سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ اور یہ زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد ہیں، یہ خاص طور پر سورج کے رخ پر ہوتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ سارے ہی ستارے مراد ہیں، کیوں کہ سب ہی اپنے غائب ہونے کی جگہ پر غائب ہو جاتے ہیں یا دن کو چھپے رہتے ہیں اَلْجَوَارِ چلنے والے، اَلْكُنَّسِ چھپ جانے والے، جیسے ہرن اپنے مکان اور مسکن میں چھپ جاتا ہے۔

(۴) عَسْعَسَ، اضداد میں سے ہے، یعنی آنے اور جانے دونوں معنوں میں اس کا استعمال ہوتا ہے، تاہم یہاں جانے کے معنی میں ہے۔

(۵) یعنی جب اس کا ظہور و طلوع ہو جائے، یا وہ پھٹ اور نکل آئے۔

(۶) اس لیے کہ وہ اسے اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہے۔ مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

(۷) یعنی جو کام اس کے سپرد کیا جائے، اسے پوری قوت سے کرتا ہے۔

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾
جس کی (آسمانوں میں) اطاعت کی جاتی ہے امین ہے۔[1] (۲۱)

وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾
اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔[2] (۲۲)

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾
اس نے اس (فرشتے) کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے۔[3] (۲۳)

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾
اور یہ غیب کی باتوں کو بتلانے میں بخیل بھی نہیں۔[4] (۲۴)

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾
اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں۔[5] (۲۵)

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾
پھر تم کہاں جا رہے ہو۔[6] (۲۶)

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾
یہ تو تمام جہان والوں کے لیے نصیحت نامہ ہے۔(۲۷)

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾
(بالخصوص) اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔(۲۸)

---

(۱) یعنی فرشتوں کے درمیان اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔وہ فرشتوں کا مرجع اور مطاع ہے نیز وحی کے سلسلے میں امین ہے۔

(۲) یہ خطاب اہل مکہ سے ہے اور صاحب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی تم جو گمان رکھتے ہو کہ تمہارا ہم نسب اور ہم وطن ساتھی' (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیوانہ ہے۔ نعوذ باللہ۔ ایسا نہیں ہے' ذرا قرآن پڑھ کر تو دیکھو کہ کیا کوئی دیوانہ ایسے معارف و حقائق بیان کر سکتا ہے اور گزشتہ قوموں کے صحیح صحیح حالات بتلا سکتا ہے جو اس قرآن میں بیان کیے گئے ہیں۔

(۳) یہ پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصلی حالت میں دیکھا ہے' جن میں سے ایک کا یہاں ذکر ہے۔ یہ ابتدائے نبوت کا واقعہ ہے' اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر تھے' جنہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر دیا تھا۔ دوسری مرتبہ معراج کے موقعے پر دیکھا۔ جیسا کہ سورۂ نجم میں تفصیل گزر چکی ہے۔

(۴) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت وضاحت کی جا رہی ہے کہ آپ کو جن باتوں کی اطلاع دی جاتی ہے' جو احکام و فرائض آپ کو بتلائے جاتے ہیں' ان میں سے کوئی بات آپ اپنے پاس نہیں رکھتے بلکہ فریضۂ رسالت کی ذمے داریوں کا احساس کرتے ہوئے ہر بات اور ہر حکم لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

(۵) جس طرح نجومیوں کے پاس شیطان آتے ہیں اور آسمانوں کی بعض چوری چھپی باتیں ادھوری شکل میں انہیں بتلا دیتے ہیں۔ قرآن ایسا نہیں ہے۔

(۶) یعنی کیوں اس سے اعراض کرتے ہو؟ اور اس کی اطاعت نہیں کرتے؟

وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَاۤءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۹

اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔[1] (۲۹)

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ

سورۂ انفطار مکی ہے اور اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَاۤءُ انْفَطَرَتْ ۝۱

جب آسمان پھٹ جائے گا۔[2] (۱)

وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲

اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ (۲)

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳

اور جب سمندر بہہ نکلیں گے۔[3] (۳)

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴

اور جب قبریں (شق کرکے) اکھاڑ دی جائیں گی۔[4] (۴)

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵

(اس وقت) ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے (یعنی اگلے پچھلے اعمال) کو معلوم کرلے گا۔[5] (۵)

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝۶

اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا؟[6] (۶)

---

(۱) یعنی تمہاری چاہت' اللہ کی توفیق پر منحصر ہے' جب تک تمہاری چاہت کے ساتھ اللہ کی مشیت اور اس کی توفیق بھی شامل نہیں ہوگی' اس وقت تک تم سیدھا راستہ بھی اختیار نہیں کرسکتے۔ یہ وہی مضمون ہے جو ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ (القصص' ۵٦) وغیرہ آیات میں بیان ہوا ہے۔

(۲) یعنی اللہ کے حکم اور اس کی ہیبت سے پھٹ جائے گا اور فرشتے نیچے اتر آئیں گے۔

(۳) اور سب کا پانی ایک ہی سمندر میں جمع ہو جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ پچھمی ہوا بھیجے گا۔ جو اس میں آگ بھڑکا دے گی جس سے فلک شگاف شعلے بلند ہوں گے۔

(۴) یعنی قبروں سے مردے زندہ ہو کر باہر نکل آئیں گے۔ بُعْثِرَتْ' اکھیڑ دی جائیں گی' یا ان کی مٹی پلٹ دی جائے گی۔

(۵) یعنی جب مذکورہ امور واقع ہوں گے تو انسان کو اپنے تمام کیے دھرے کا علم ہو جائے گا' جو بھی اچھا یا برا عمل اس نے کیا ہو گا' وہ سامنے آجائے گا۔ پیچھے چھوڑے ہوئے عمل سے مراد اپنے پیچھے اپنے کردار و عمل کے اچھے یا برے نمونے ہیں جو دنیا میں وہ چھوڑ آیا اور لوگ ان نمونوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہ نمونے اگر اچھے ہیں تو اس کے مرنے کے بعد ان نمونوں پر جو لوگ بھی عمل کریں گے' اس کا ثواب اسے بھی پہنچتا رہے گا اور اگر برے نمونے اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے تو جو جو بھی اسے اپنائے گا' ان کا گناہ بھی اس شخص کو پہنچتا رہے گا' جس کی مساعی سے وہ برا طریقہ یا کام رائج ہوا۔

(٦) یعنی کس چیز نے تجھے دھوکے اور فریب میں مبتلا کر دیا کہ تو نے اس رب کے ساتھ کفر کیا' جس نے تجھ پر احسان کیا

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾

جس (رب نے) تجھے پیدا کیا،[1] پھر ٹھیک ٹھاک کیا،[2] پھر (درست اور) برابر بنایا۔[3] (۷)

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۭ﴿۸﴾

جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔[4] (۸)

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿۹﴾

ہرگز نہیں بلکہ تم تو جزا و سزا کے دن کو جھٹلاتے ہو۔[5] (۹)

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾

یقیناً تم پر نگہبان عزت والے۔(۱۰)

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾

لکھنے والے مقرر ہیں۔(۱۱)

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔[6] (۱۲)

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۙ﴿۱۳﴾

یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں

اور تجھے وجود بخشا، تجھے عقل و فہم عطا کی اور اسباب حیات تیرے لیے مہیا کیے۔

(۱) یعنی حقیر نطفے سے، جب کہ اس سے پہلے تیرا وجود نہیں تھا۔

(۲) یعنی تجھے ایک کامل انسان بنا دیا، تو سنتا ہے، دیکھتا ہے اور عقل و فہم رکھتا ہے۔

(۳) تجھے معتدل، کھڑا اور حسن صورت والا بنایا، یا تیری دونوں آنکھوں، دونوں کانوں، دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کو برابر برابر بنایا۔ اگر تیرے اعضا میں یہ برابری اور مناسبت نہ ہوتی تو تیرے وجود میں حسن کے بجائے بے ڈھب پن ہو جاتا۔ اسی تخلیق کو دوسرے مقام پر أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ سے تعبیر فرمایا، ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾

(۴) اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ اللہ بچے کو جس کے چاہے مشابہ بنا دے۔ باپ کے، ماں کے یا ماموں اور چچا کے۔ دوسرا مطلب ہے کہ وہ جس شکل میں چاہے، ڈھال دے، حتیٰ کہ قبیح ترین جانور کی شکل میں بھی پیدا کر سکتا ہے لیکن یہ اس کا لطف و کرم اور مہربانی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتا اور بہترین انسانی شکل میں ہی پیدا فرماتا ہے۔

(۵) كَلَّا، حَقًّا کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور کافروں کے اس طرز عمل کی نفی بھی جو اللہ کریم کی رأفت و رحمت سے دھوکے میں مبتلا ہونے پر مبنی ہے یعنی اس فریب نفس میں مبتلا ہونے کا کوئی جواز نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں اس بات پر یقین نہیں ہے کہ قیامت ہو گی اور وہاں جزا و سزا ہو گی۔

(۶) یعنی تم تو جزا و سزا کے منکر ہو، لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا ہر قول اور ہر فعل نوٹ ہو رہا ہے۔ اللہ کی طرف سے فرشتے تم پر بطور نگران مقرر ہیں جو تمہاری ہر اس بات کو جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ یہ گویا انسانوں کو تنبیہ ہے کہ ہر عمل اور بات سے پہلے سوچ لو کہ وہ غلط تو نہیں۔ یہ وہی بات ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ مثلاً ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ * مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ (سورۃ ق، ۱۷ - ۱۸) یعنی " ایک فرشتہ اس کے دائیں اور دوسرا

وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾
يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾
وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىِٕبِيْنَ ﴿۱۶﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾
ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

ہوں گے۔(۱۳)
اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔[1] (۱۴)
بدلے والے دن اس میں جائیں گے۔[2] (۱۵)
وہ اس سے کبھی غائب نہ ہونے پائیں گے۔[3] (۱۶)
تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے۔(۱۷)
میں پھر (کہتا ہوں کہ) تجھے کیا معلوم کہ جزا (اور سزا) کا دن کیا ہے۔[4] (۱۸)
(وہ ہے) جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مختار نہ ہو گا' اور (تمام تر) احکام اس روز اللہ کے ہی ہوں گے۔[5] (۱۹)

اس کے بائیں جانب بیٹھا ہوا ہے' انسان جو بولتا ہے' اس کے پاس نگران' تیار اور حاضر ہے" یعنی لکھنے کے لیے۔ کہتے ہیں ایک فرشتہ نیکی اور دوسرا بدی لکھتا ہے۔ اور احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کے دو فرشتے الگ اور رات کے دو فرشتے الگ ہیں۔ آگے نیکوں اور بدوں' دونوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا' ﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ (الشوریٰ۔۷)

(۲) یعنی جس جزا و سزا کے دن کا وہ انکار کرتے تھے اسی دن جہنم میں اپنے اعمال کی پاداش میں داخل ہوں گے۔

(۳) یعنی کبھی اس سے جدا نہیں ہوں گے اور اس سے غائب نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

(۴) تکرار' اس کی عظمت و ضخامت اور اس دن کی ہولناکیوں کی وضاحت کے لیے ہے۔

(۵) یعنی دنیا میں تو اللہ نے عارضی طور پر' آزمانے کے لیے' انسانوں کو کم و بیش کے کچھ فرق کے ساتھ اختیارات دے رکھے ہیں۔ لیکن قیامت والے دن تمام اختیارات کلیتاً صرف اور صرف اللہ کے پاس ہوں گے۔ جیسے فرمایا ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ ــــ (سورۂ مؤمن' ۱۶) چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرما دیا تھا' «لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا» (صحیح مسلم' کتاب الإیمان) اور بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو بھی متنبہ فرما دیا' «أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، وَاللهِ! لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا» (مسلم' کتاب مذکور' بخاری' سورۃ الشعراء)